فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۱۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): جشن آزادی منانا کیسا ہے؟

(جواب): وطن عزیز کسی نعمت سے کم نہیں، اس سے محبت طبعی امر ہے، وطنیت کے فتنہ سے بچتے ہوئے جائز حد تک اس سے محبت اور اس کا اظہار کرنا جائز ہے۔

مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آیا۔ خاص ۱۴ اگست کو جشن آزادی منانے میں کوئی حرج نہیں۔ تمام قومی وملی، خاندانی اور قبائلی تہوار اور رسومات کا انعقاد جائز ہے، البتہ اگر کوئی تہوار شرعی اُصولوں کے خلاف ہو، تو اسے منانا جائز نہیں۔

یوم آزادی منانا دنیوی عمل ہے، شریعت نے اس سے منع بھی نہیں کیا، لہٰذا شریعت کی حدود وقیود میں رہ کر اس کا انعقاد کیا جا سکتا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ مملکت کی سالگرہ منائی جا سکتی ہے، تو انسانوں کی سالگرہ بھی منائی جا سکتی ہے، تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ انسانوں کی سالگرہ منانا نصاریٰ کا مذہبی تہوار ہے، جس کی مخالفت ضروری ہے اور مذہبی اُمور میں ان کی مشابہت جائز نہیں۔ جبکہ یوم آزادی اگر چہ کفار بھی مناتے ہیں، مگر یہ محض دنیوی اَمر ہے۔ شریعت کی مخالفت نہ ہو، تو دنیاوی اُمور میں غیر مسلموں سے مشابہت میں کوئی حرج نہیں۔

جشن آزادی کے حوالے سے چند باتیں ملحوظ رکھی جائیں؛ پہلی بات یہ ہے کہ جشن

آزادی پر اسراف وتبذیر سے بچا جائے، ملک کا قیمتی سرمایہ ضائع نہ کیا جائے، مشاہدہ ہے کہ ہر سال اربوں روپیہ جشن آزادی کی نذر کر دیا جاتا ہے۔اس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔
دوسری بات یہ ہے کہ جشن آزادی منانے میں کئی غیر شرعی اُمور سرانجام دیے جاتے ہیں، مثلاً میوزک، ڈھول، باجے،آلات موسیقی پر ملی ترانے،لڑکوں اور لڑکیوں کا ناچ گانا،تصویر کشی اور مرد وزن کا اختلاط، وغیرہ۔اس طرح جشن منانے کی قطعاً اجازت نہیں، یہ شریعت کی مخالفت ہے،اس سے روکنا ضروری ہے۔

(سوال): یزید بن معاویہ کے متعلق روایات کا جائزہ مطلوب ہے۔

(جواب): ذیل میں چند روایات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے،جن کی بنا پر یزید بن معاویہ کو مطلعون کیا جاتا ہے، ملاحظہ ہو؛

کیا واقعہ حرہ میں خواتین کی عصمت دری ہوئی ؟:

واقعہ حرہ میں خواتین کی عصمت دری ثابت نہیں۔

❁ مغیرہ بن مقسم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَنْهَبَ مُسْرِفُ بْنُ عُقْبَةَ الْمَدِينَةَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَزَعَمَ الْمُغِيرَةُ أَنَّهُ افْتُضَّ فِيهَا أَلْفُ عَذْرَاءَ .

''مسرف (مسلم) بن عقبہ نے تین دن اہل مدینہ کو لوٹا۔(راوی کہتے ہیں کہ) مغیرہ رحمہ اللہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ ایک ہزار کنواری لڑکیوں کی عزتیں لوٹی گئیں۔''

(دلائل النّبوة للبيهقي : 475/6، تاريخ ابن عساكر : 108/58)

سند منقطع ہے۔مغیرہ بن مقسم کا اس موقع پر مدینہ میں موجود ہونا ثابت نہیں۔نہ ہی مسلم بن عقبہ سے لقاء وسماع ممکن ہے۔

❁ مصعب بن عبداللہ زبیری رحمہ اللہ سے منقول ہے:

لَمَّا هَجَمَ أَهْلُ الشَّامِ عَلَى الْمَدِينَةِ فِي بُيُوتِهِمْ وَنَهَبُوهُمْ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ دَارَ الْمَرْأَةِ الَّتِي تَوَارٰى فِيهَا ابْنُ مُطِيعٍ، فَرَأَى الْمَرْأَةَ فَأَعْجَبَتْهُ فَوَاثَبَهَا، فَامْتَنَعَتْ مِنْهُ، فَصَرَعَهَا فَاطَّلَعَ ابْنُ مُطِيعٍ عَلٰى ذٰلِكَ، فَدَخَلَ فَخَلَّصَهَا مِنْهُ، وَقَتَلَ الشَّامِيَّ.

''جب اہل شام نے مدینہ والوں کے گھروں پر چڑھائی کی اور انہیں لُوٹا، تو ایک شامی آدمی اس عورت کے گھر گھس گیا، جہاں ابن مطیع چھپ کر بیٹھا تھا۔ اس شامی نے عورت کو دیکھا، تو اس کی طرف مائل ہوا اور اس پر زبردستی کی، عورت نے اس سے بچاؤ کیا، تو اس نے پھر زبردستی کی، ابن مطیع کو پتہ چلا، تو اس نے آ کر عورت کو شامی سے بچایا اور شامی کو قتل کر دیا۔''

(الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر : 21/5)

سند سخت منقطع ہے۔ مصعب بن عبداللہ زبیری رحمہ اللہ ۱۵۶ ہجری میں پیدا ہوئے اور واقعہ حرہ ۶۳ ہجری میں ہوا۔ وہ اپنی پیدائش سے ایک صدی پہلے کا واقعہ کیسے بیان کر سکتے ہیں؟

❁ ام ہیثم بنت یزید سے منقول ہے:

رَأَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قُرَيْشٍ تَطُوفُ، فَعَرَضَ لَهَا أَسْوَدُ، فَعَانَقَتْهُ وَقَبَّلَتْهُ، فَقُلْتُ : يَا أَمَةَ اللّٰهِ، أَتَفْعَلِينَ هٰذَا بِهٰذَا الْأَسْوَدِ، قَالَتْ : هُوَ ابْنِي وَقَعَ عَلَيَّ أَبُوهُ يَوْمَ الْحَرَّةِ، فَوَلَدْتُّ هٰذَا.

''میں نے ایک قریشی خاتون کو طواف کرتے دیکھا، تو اس کے سامنے ایک سیاہ

رنگ فام نوجوان آیا، خاتون نے اسے گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ میں نے کہا: اللہ کی بندی! آپ اس سیاہ فام کے ساتھ کیا کر رہی ہیں؟ تو اس نے کہا: یہ میرا بیٹا ہے، حرہ والے دن اس کے باپ نے مجھ سے (زبردستی) زنا کیا تھا، جس کے نتیجہ میں میں نے اسے جنم دیا۔''

(المُنتظَم لابن الجوزي : 15/6)

سند سخت ضعیف ہے۔ ام ہیثم بنت یزید اور خالد کندی دونوں مجہول ہیں۔

کیا یزید تارک نماز اور شرابی تھا؟:

یزید بن معاویہ کا نماز چھوڑنا اور شراب پینا ثابت نہیں۔

❁ یحییٰ بن فلیح بن سلیمان (؟) سے منسوب ہے:

إِنَّ أَبَا عَمْرِو بْنِ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، وَفَدَ عَلٰى يَزِيدَ فَأَكْرَمَهٗ وَأَحْسَنَ جَائِزَتَهٗ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ قَامَ إِلٰى جَنْبِ الْمِنْبَرِ ...... فَقَالَ : أَلَمْ أُحِبَّ أَنْ أُكْرَمَ، وَاللّٰهِ لَرَأَيْتُ يَزِيدَ ابْنَ مُعَاوِيَةَ يَتْرُكَ الصَّلَاةَ سُكْرًا، فَأَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰى خُلْعَانِهٖ بِالْمَدِينَةِ فَخَلَعُوهُ.

''(عبداللہ بن احمد) ابی عمرو بن حفص بن مغیرہ رحمہ اللہ وفد کی صورت میں یزید بن معاویہ کے پاس آئے۔ یزید نے ان کی عزت وتکریم کی اور خوب مہمان نوازی کی۔ جب عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ مدینہ واپس آئے، تو منبر کے پہلو میں کھڑے ہوئے۔ ......انہوں نے کہا: کیا میں اپنی عزت نہیں چاہتا؟ (یعنی عزت چاہتا ہوں) اللہ کی قسم! میں نے دیکھا، یزید بن معاویہ نشے کی وجہ سے

نماز ترک کر دیتا ہے۔ تو تمام اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی۔“

(دلائل النّبوة للبيهقي : 474/6، تاريخ ابن عساكر : 18/27)

سند سخت ضعیف، بلکہ جھوٹی ہے۔

① یحییٰ بن فلیح بن سلیمان کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② اس کا عبد اللہ بن احمد ابی عمرو سے سماع بھی ثابت نہیں ہو سکا۔

اس روایت میں عبد اللہ بن احمد ابی عمرو بن حفص ہے، نہ کہ ابوعمرو بن حفص۔ کیونکہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن احمد کے ترجمہ میں یہ روایت ذکر کی ہے۔ مؤرخین بھی یزید کی بیعت توڑنے کی بات عبد اللہ بن احمد کی طرف منسوب کرتے ہیں، نہ کہ ابوعمرو بن حفص کی طرف۔

سب سے پہلے میری سنت کو بدلنے والا؟:

❀ ابوالعالیہ رفیع بن مہران رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

لَمَّا كَانَ زَمَنُ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ بِالشَّامِ غَزَا النَّاسُ فَغَنِمُوا وَكَانَتْ فِي غَنَائِمِهِمْ جَارِيَةٌ نَفِيسَةٌ فَصَارَتْ لِرَجُلٍ فِي قِسْمِهِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ يَزِيدُ فَانْتَزَعَهَا وَأَبُو ذَرٍّ يَوْمَئِذٍ بِالشَّامِ فَاسْتَعَانَ الرَّجُلُ بِأَبِي ذَرٍّ فَانْطَلَقَ مَعَهُ فَقَالَ : رُدَّ عَلَى الرَّجُلِ جَارِيَتَهُ فَتَلَكَّأَ يَزِيدُ فَقَالَ : أَمَا وَاللّٰهِ لَئِنْ فَعَلْتَ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّ أَوَّلَ مَنْ يُبَدِّلُ سُنَّتِي رَجُلٌ مِّنْ بَنِي أُمَيَّةَ، ثُمَّ وَلّٰى فَلَحِقَهُ فَقَالَ : أَذْكُرُكَ اللّٰهَ أَهُوَ أَنَا

قَالَ : اَللّٰهُمَّ لَا، فَرَدَّ عَلَى الرَّجُلِ جَارِيَتَهٗ .

''جب شام میں یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی حکومت تھی، تو لوگوں نے غزوہ کیا اور مال غنیمت حاصل کیا، مال غنیمت میں ایک خوبصورت لونڈی تھی، جو ایک شخص کے حصہ میں آئی۔ یزید رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی طرف پیغام بھیج کر وہ لونڈی ہتھیا لی۔ ان دنوں سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بھی شام میں تھے۔ اس شخص نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مدد مانگی، تو ابو ذر رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ (یزید رضی اللہ عنہ کے پاس) گئے اور فرمایا: اس شخص کو اس کی لونڈی واپس کر دیجئے، یزید رضی اللہ عنہ نے ٹال مٹول کی، تو سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ ایسا ہی کر رہے ہیں، تو سن لیجئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''سب سے پہلے میری امت میں میری سنت کو بدلنے والا بنو امیہ کا ایک شخص ہوگا۔'' پھر سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے، یزید رضی اللہ عنہ بھی پیچھے ہو لیے اور ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مل کر پوچھا: آپ کو اللہ کا واسطہ! کیا (بنو امیہ کے) اس شخص سے مراد میں ہوں؟ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً نہیں، تو یزید رضی اللہ عنہ نے وہ لونڈی اسی شخص کو واپس لوٹا دی۔''

(دلائل النبوة للبيهقي : 466/6، تاريخ ابن عساكر : 250/65)

سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ إِرْسَالٌ بَيْنَ أَبِي الْعَالِيَةِ وَأَبِي ذَرٍّ .

''اس سند میں ابو العالیہ اور ابو ذر رضی اللہ عنہ کے درمیان ارسال (انقطاع) ہے۔''

۞ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ابو العالیہ کے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے سماع کی نفی کی ہے۔

(تاريخ ابن معين برواية الدّوري : 3467)

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں شام گئے تھے۔ (مستدرک حاکم :5468، وسندہ حسن)، جبکہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں وفات پا چکے تھے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمَعْرُوفُ أَنَّ أَبَا ذَرٍّ كَانَ بِالشَّامِ زَمَنَ عُثْمَانَ وَعَلَيْهَا مُعَاوِيَةُ وَمَاتَ يَزِيدُ فِي زَمَنِ عُمَرَ وَلَا يُعْرَفُ لِأَبِي ذَرٍّ قُدُومُ الشَّامِ زَمَنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''مشہور یہ ہے کہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شام میں تھے اور شام پر معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر تھے۔ جبکہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہی وفات پا گئے تھے، نیز عہد عمر رضی اللہ عنہ میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کا شام میں تشریف لانا معروف و معلوم نہیں۔''

(التّاريخ الأوسط :45/1)

❀ تاریخ اصبہان (۱۳۲/۱) والی سند سفیان بن عیینہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀ الاوائل لابن ابی عاصم (۶۳) اور مصنف ابن ابی شیبہ (۳۵۸۷۷) والی سند منقطع ہے۔ ابو العالیہ کا سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں، اس روایت میں سماع کی صراحت بھی نہیں۔

❀ ابو مسلم جذمی رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

كَانَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالشَّامِ زَمَنَ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَغَزَا الْمُسْلِمُونَ، فَغَنِمُوا وَأَصَابُوا جَارِيَةً نَفِيسَةً فَصَارَتْ لِرَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فِي سَهْمٍ ....

''یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے دور میں سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ شام میں تھے، مسلمانوں نے غزوہ کیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔ اس میں ایک خوبصورت لونڈی بھی ان کے ہاتھ لگی، جو ایک مسلمان کے حصے میں آئی......۔''

(المَطالب العالية لابن حَجَر : 4463)

سند ضعیف ہے۔ عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی مختلط ہیں، محمد بن اسماعیل بن ابی سمینہ کا ان سے قبل از اختلاط روایت لینا ثابت نہیں ہوا۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ عبدالوہاب نے اختلاط کے بعد کوئی روایت بیان نہیں کی، لہٰذا ان کا اختلاط مضر نہیں۔ درست نہیں، کیونکہ ان کی بنیاد امام ابو داود رحمہ اللہ کے قول پر ہے، جسے حافظ عقیلی رحمہ اللہ (۳/۷۵) نے ذکر کیا ہے۔ یہ قول ثابت نہیں، حافظ عقیلی رحمہ اللہ کے استاذ حسین بن عبداللہ ذارع کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس روایت کی تمام سندوں کو ضعیف و منقطع قرار دیا ہے۔

(البداية والنّهاية : 649/11)

کیا یزید نے قتل حسین رضی اللہ عنہ کا حکم دیا؟

❀ ضحاک بن عثمان حزامی رحمہ اللہ سے منقول ہے:

خَرَجَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِلَى الْكُوفَةِ سَاخِطًا

لِّوِلَايَةِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، فَكَتَبَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ إِلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ وَهُوَ وَالِيهِ عَلَى الْعِرَاقِ : إِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّ حُسَيْنًا قَدْ سَارَ إِلَى الْكُوفَةِ، وَقَدِ ابْتُلِيَ بِهٖ زَمَانُكَ مِنْ بَيْنِ الْأَزْمانِ، وَبَلَدُكَ مِنْ بَيْنِ الْبُلْدَانِ، وابْتُلِيتَ بِهٖ مِنْ بَيْنِ الْعُمَّالِ، وَعِنْدَهَا يُعْتَقُ أَوْ يَعُودُ عَبْدًا كَمَا يُعْتَبَدُ الْعَبِيدُ، فَقَتَلَهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ، وَبَعَثَ بِرَأْسِهٖ إِلَيْهِ، فَلَمَّا وُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ تَمَثَّلَ بِقَوْلِ الْحُسَيْنِ بْنِ الْحُمَامِ ....

''سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما جب یزید کی امارت سے ناراض ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے، تو یزید بن معاویہ نے امیر عراق عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھا: ''مجھے پتہ چلا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کو روانہ ہو چکے ہیں۔ اب تم پر برا وقت آ چکا ہے، تمہارے شہر پر آزمائش آ گئی ہے اور گورنروں کے حوالے سے تمہاری آزمائش ہے۔ ان حالات میں یا تو آزادی حاصل کی جاتی ہے یا دوبارہ غلامی اختیار کی جاتی ہے۔'' تو عبیداللہ بن زیاد نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا اور آپ کا سر مبارک یزید کی طرف بھیجا، جب یزید کے سامنے سر رکھا گیا، تو اس نے حسین بن حمام کے اشعار پڑھے......۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 3/115)

سند ضعیف اور غیر ثابت ہے۔

① محمد بن ضحاک بن عثمان ''مجہول الحال'' ہے، صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ

نے ''الثقات''(۹/۵۹) میں ذکر کیا ہے۔

② ضحاک بن عثمان حزامی نے یزید کا زمانہ نہیں پایا۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِجَالُهُ ثِقَاتٌ إِلَّا أَنَّ الضَّحَّاكَ لَمْ يُدْرِكِ الْقِصَّةَ .

''اس کے راوی ثقہ ہیں، البتہ ضحاک اس واقعہ کے وقت موجود نہیں تھا۔''

(مَجمع الزّوائد : 193/9)

حافظ رحمہ اللہ نے راویوں کی توثیق امام ابن حبان رحمہ اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے کی ہے، جبکہ راوی مجہول الحال ہے۔ دوسری بات ضحاک اس دور میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا، وہ یزید کے بارے میں کیسے بیان کر سکتا ہے۔

یزید کو امیر المومنین کہنے والے پر کوڑے:

نوفل بن الفرات (ابی الفرات/ابی عقرب) سے منسوب ہے:

كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَذَكَرَ رَجُلٌ يَزِيدَ، فَقَالَ: قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: تَقُولُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ؟ وَأَمَرَ بِهِ فَضُرِبَ عِشْرِينَ سَوْطًا .

''میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس تھا کہ ایک شخص نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امیر المومنین یزید نے کہا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا: کیا تو یزید کو ''امیر المومنین'' کہہ رہا ہے؟ پھر اس کے بارے میں حکم دیا کہ اسے بیس کوڑے مارے جائیں۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء للذّهبي : 40/4، تهذيب التّهذيب لابن حجر :361/11)

سند ضعیف ہے۔

① محمد بن ابی سری عسقلانی کثیر الغلط راوی ہے۔

② نوفل بن ابی عقرب کی متقدمین ائمہ سے توثیق ثابت نہیں۔

③ محمد بن ابی سری عسقلانی سے نیچے سند بھی معلوم نہیں۔

④ لیث بن سعد رحمہ اللہ نے یزید کو "امیر المومنین" بھی کہا ہے۔

(تاريخ خليفة بن خياط، ص 253، وسندهٗ صحيحٌ)

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے عمومی طور پر تین باتیں سننے میں آتی ہیں۔

① یزید بن معاویہ قاتل حسین ہے۔ یہ بے بنیاد اور بے حقیقت دعویٰ ہے۔ یہ دعویٰ دراصل قاتلین حسین کا ہے۔ وہ یہ جرم کسی دوسرے کے نام کرنا چاہتے ہیں۔

② یزید نے قتل حسین کا حکم دیا تھا۔ یہ دعویٰ بھی بے ثبوت ہے۔

③ یزید کے دور میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور یزید نے مجرموں کو کیفر کردار تک نہیں پہنچایا۔ یہ بھی کمزور بات ہے۔ اس واقعہ کو صدیاں بیت گئی ہیں۔ اس وقت کے حالات کا صحیح جائزہ معلوم نہیں ہو سکتا۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو کیفر دار تک پہنچانے کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاں پیش ہوئے، ان کے مابین جنگیں ہو گئیں، لیکن اس وقت مجرموں کو قرار واقع سزا نہیں مل سکی۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ ان میں سے بعض ان جنگوں میں مارے گئے اور بعض جنگ نہروان میں مارے گئے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض فرار ہو گئے ہوں۔ اسی طرح جناب علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں خلافت کی باگ ڈور آ گئی۔ مگر یہ ثابت نہیں کہ

انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قاتل کو کیفر دار تک پہنچایا تھا۔

کبھی قاتلوں کو سزا مل جاتی ہے، کبھی نہیں ملتی۔ اس سے کسی پر طعن نہیں کی جا سکتی۔

یزید کا قتل حسین رضی اللہ عنہ پر راضی ہونا بھی ثابت نہیں، تو یزید پر طعن کیوں؟

یاد رہے کہ یزید کے دربار میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک پیش کیا جانا ثابت نہیں۔

متقدمین ائمہ مسلمین میں سے کسی نے یزید کو قاتل حسین رضی اللہ عنہ قرار نہیں دیا، نہ ہی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یزید پر طعن کیا۔

افسوس ہے کہ یزید کو مطعون کیا جاتا ہے، جبکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قاتل کے نام پر عید بابا شجاع الدین منائی جاتی ہے، دنیا میں ایسے ناانصاف بھی موجود ہیں۔

(سوال): سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو زنا سے منسوب کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت قرآن کریم میں نازل کر دی۔ اب اس برأت کے بعد اگر کوئی انہیں زنا سے منسوب کرے، تو وہ بالاتفاق کافر ہے، کیونکہ اس نے نصوص قرآنیہ کو جھٹلایا ہے۔

❀ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ مَنْ نَسَبَ عَائِشَةَ إِلَى الزِّنَا كَانَ كَافِرًا وَهُوَ مَا صَرَّحَ بِهٖ أَئِمَّتُنَا وَغَيْرُهُمْ لِأَنَّ فِي ذٰلِكَ تَكْذِيبُ النُّصُوصِ الْقُرْآنِيَّةِ وَمُكَذِّبُهَا كَافِرٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ وَبِهٖ يُعْلَمُ الْقَطْعُ بِكُفْرِ كَثِيرِينَ مِنْ غُلَاةِ الرَّوَافِضِ لِأَنَّهُمْ يَنْسِبُونَهَا إِلٰى ذٰلِكَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ.

”جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو زنا سے منسوب کیا، وہ کافر ہے، ہمارے ائمہ اور

دیگر اہل علم نے اس بات کی صراحت کی ہے، کیونکہ اس سے قرآنی نصوص کی تکذیب لازم آتی ہے اور نصوص کی تکذیب کرنے والے کے کفر پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اس سے یہ بات بھی قطعی طور پر معلوم ہوئی کہ بہت سے غالی روافض کافر ہیں، کیونکہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو زنا سے منسوب کرتے ہیں۔ اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کہاں بھٹکے ہوئے ہیں!''

(الصّواعق المُحرقة :193/1)

سوال: بعض لوگ مندرجہ ذیل حدیث کو اموات کے وسیلہ کے جواز پر پیش کرتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

❀ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

ابْغُونِي فِي ضُعَفَائِكُمْ، فَإِنَّكُمْ إِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ.

''مجھے اپنے کمزوروں میں تلاش کرنا۔ آپ کو تو رزق ہی کمزور و نادار لوگوں کی وجہ سے دیا جاتا ہے، انہی کی وجہ سے آپ کی مدد کی جاتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 198/5، سنن أبي داوٗد : 2594، سنن النّسائي :3181، سنن التّرمذي : 1702، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (104/2) نے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

جواب: کمزور اور نادار لوگ جو صالحین ہوں، ان کی نیکی اور دعا کی وجہ سے معاشرہ میں آسودگی آتی ہے۔

❁ ایک حدیث میں ہے:

إِنَّمَا يَنْصُرُ اللّٰهُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعِيفِهَا، بِدَعْوَتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَإِخْلَاصِهِمْ.

''اللہ تعالیٰ اس اُمت کی مدد ان کمزوروں کی دعا، نماز اور ان کے اخلاص کی وجہ سے کرتا ہے۔''

(سنن النّسائي : 3178، حلية الأولياء للأصبهاني : 26/5، وسندهٗ صحيحٌ)

اتنی وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس حدیث سے فوت شدگان کا توسل ثابت کرے، تو اس کا یہ عمل دیانتِ علمی کے خلاف ہے۔ اس سے فوت شدگان کے توسّل کا جواز ثابت کرنا شرعی نصوص کی تحریف ہے۔ اس سے تو زندہ لوگوں کی دعا کا وسیلہ ثابت ہوتا ہے اور اسے اہل سنت والجماعت اہل الحدیث جائز اور مشروع ہی سمجھتے ہیں۔

سوال: جو مریض سخت تکلیف میں ہو، اس کی جان نہ نکل رہی ہو، تو جان کی آسانی کے لیے بکرا ذبح کرنا اور اس کا گوشت چیلوں کو پھینکنا کیسا ہے؟

جواب: یہ بدعقیدگی ہے، بلاشبہ صدقہ سے بلائیں دور ہوتی ہیں، مگر صدقہ کا گوشت چیلوں اور گدوں کو ڈالنا بے اصل ہے۔ صدقہ کا گوشت کسی ضرورت مند کو دے دیا جائے، تو درست ہے۔

سوال: روزہ کشائی کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: بعض علاقوں میں روزہ کشائی کی رسم کی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ جب کوئی بچہ اپنا پہلا روزہ رکھتا ہے، تو افطاری کے وقت اس کے گلے میں ہار پہنائے جاتے ہیں، اس کی طرف سے دیگیں پکا کر لوگوں میں تقسیم کی جاتی ہیں، مساجد میں افطاری بھیجی جاتی ہے۔ اسے روزہ کشائی کا نام دیا جاتا ہے۔

ایسی رسومات کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تکلف ہے، جسے اسلام میں داخل کر دیا گیا، اس پر سخت نکیر ہونی چاہیے، تا کہ یہ رسم لوگوں میں رواج نہ پائے۔

سوال: اذان کے آخری کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کے جواب میں ''محمد رسول اللہ'' کا اضافہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: اذان کا جواب اسی طرح دینا چاہیے، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ آخری کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کے جواب میں یہی الفاظ دہرائے جائیں گے، ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ کا اضافہ ثابت نہیں، لہٰذا اس کا اضافہ کرنا دین میں زیادتی ہے۔

سوال: الوداع کرتے وقت ''خدا حافظ'' کہنا کیسا ہے؟

جواب: آتے اور جاتے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا چاہیے، اس سنت کو چھوڑ کر کوئی دوسرا کلمہ ایجاد کرنا اور اسے شعار بنانا جائز نہیں۔ البتہ اس کے ساتھ اگر کوئی دعائیہ کلمہ کہہ لیا جائے، تو کوئی حرج نہیں۔ ''خدا حافظ'' بھی اسی قبیل سے ہے، جس کا معنی ہے: ''اللہ حفاظت کرنے والا ہے یا اللہ حفاظت کرے۔'' تو اگر سلام وغیرہ کے ساتھ الوداعی کلمہ ''خدا حافظ'' کہہ لیا جائے، تو درست ہے، مگر ''السلام علیکم'' کو ترک کر کے ''خدا حافظ'' کو رواج دینا اور شعار بنا لینا درست نہیں۔

سوال: ماتم حسین رضی اللہ عنہ کی مجالس کا انعقاد کرنا کیسا ہے؟

جواب: یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسلام کی تاریخ آلام ومصائب سے لبریز ہے، مسلمانانِ امت نبی کریم ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات حسرت آیات، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی شہادت اور دیگر اصحاب رسول ﷺ کی شہادتوں اور وفاتوں کا غم ابھی بھولے نہیں تھے کہ دس محرم الحرام

۶۱ھ کو نواسۂ رسول، گوشۂ بتول، نوجوانانِ جنت کے سردار، گلستانِ رسالت کے پھول سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی مظلومانہ شہادت کے غم سے دوچار ہونا پڑا۔

مصیبت و پریشانی میں غمناک ہونا اور اشک غم بہانا فطری امر ہے۔ بے صبری، جزع فزع، نوحہ وبین اور سینہ کوبی باتفاق مسلمین حرام اور ممنوع ہے۔ مصائب وآلام پر صبر واستقلال کا مظاہرہ کرنے والوں کی قرآنِ مقدس یوں مدح سرائی کرتا ہے:

﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ اِذَآ أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۞ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾ (البقرة: ۲/۱۵۵۔۱۵۷)

''(اے نبی!) آپ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادیں، وہ لوگ کہ جو مصیبت کے وقت إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ''ہم اللہ کے عاجز ودرماندہ بندے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' کہتے ہیں، انہی پر رب کریم کی مغفرت ورحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

بے صبری اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے۔ اس پر شدید وعید وارد ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو!

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

''وہ ہم میں سے نہیں، جس نے رخسار پیٹے، گریباں پھاڑا اور جاہلی عصبیت کو ہوا دینے والی آواز بلند کی۔''

(صحيح البخاري: 1294، صحيح مسلم: 103)

❀ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''میری امت کے (بعض) لوگ جاہلیت کے چار کام نہیں چھوڑیں گے، حسب ونسب میں فخر، نسب میں طعن وعیب، ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا، نوحہ کرنے والی عورت توبہ کے بغیر مر جائے، روز قیامت اسے اٹھایا جائے گا، تو اس پر گندھک کی قمیص اور خارش کی چادر ہوگی۔''
(صحیح مسلم : 934)

❀ علامہ طرطوشی (۵۲۰ھ) لکھتے ہیں:
أَمَّا الْمَاتَمُ، فَمَمْنُوعَةٌ بِإِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ .
''ماتم کے ممنوع ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے۔''

(الحوادث والبِدَع، ص 175)

جوں ہی محرم الحرام کا چاند نظر آتا ہے، ایک فرقہ بے شمار بدعات، خرافات، ہفوات، ترہات او منکرات کا ارتکاب کرتا ہے، جیسا کہ ماتم زنی، سینہ کوبی، نوحہ، بین، مرثیہ خوانی کے لیے مجالس ومحافل کا انعقاد، عزاداری، تعزیہ (قبر حسین رضی اللہ عنہ کی شبیہ)، تابوت (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے جنازے کی شبیہ)، تعزیہ اٹھانا (تعزیہ کو امام باڑہ یا تعزیہ خانہ سے گشت کرانے یا دفن کے لیے لے جانا)، تعزیہ کی زیارت، طلب حاجات کے لیے اس کے ساتھ عرضیاں باندھنا، اسے جھک کر سلام کرنا، اس کے سامنے رکوع اور سجدہ کرنا، چومنا چاٹنا، اس پر منت منوتی کے چڑھاوے چڑھانا، بچوں کو اس کے ساتھ بطورِ قیدی باندھنا، کاغذ کی روٹی کتر کر باندھنا، اس کی تزیین وآرائش کرنا، علم عباس نکالنا، آگ پر ماتم کرنا، زنجیروں، ٹوکوں اور تلواروں سے خود کو لہولہان کرنا، سر پیٹنا، چہرہ پیٹنا، سر پر راکھ ڈالنا، گریبان چاک کرنا، ننگے

پاؤں چلنا، پاؤں میں بیڑیاں ڈالنا، کالا لباس پہننا، سر پر چھلے مارنا، ذوالجناح (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی شبیہ) نکالنا، اس پر سواری نہ کرنا، بچوں کو اس کے نیچے سے گزارنا، چھ محرم کو علی اصغر کا جھولا نکالنا، سات محرم کو قاسم بن حسن کی مہندی نکالنا، علم عباس، تعزیہ اور ذوالجناح کو سجدہ کرنا، جسے سجدۂ تعظیمی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی نیاز دینا، سلسبیل لگانا، بعض علاقوں میں جلوس کے ساتھ ڈھول، شرنا اور دیگر آلات لہو ولعب لے جانا، مرد وزن کا اختلاط، دسویں محرم کو شام غریباں، جھوٹے قصے کہانیاں، بے سند اور من گھڑت روایات کا بیان، قرآن وحدیث کی مخالفت، اللہ اور اس کے رسولوں کی شان میں تنقیص، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بغض کا اظہار اور ان کے خلاف زبانِ طعن دراز کرنا، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کا انکار اور ان پر تنقید، بعض اہل بیت کی شان میں غلو اور بعض کی شان میں تقصیر، قرآن وحدیث کی باطل تاویلات، اہل سنت والجماعت کی توہین اور ان پر الزام تراشی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر کذب وافترا وغیرہ۔ یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مصداق ہیں:

﴿أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا فَإِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ﴾ (فاطر: ٨)

''جس کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنادیا گیا ہے اور وہ اسے اچھا سمجھنے لگا ہے، (کیا آپ اسے بچا سکتے ہیں؟)، اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا * الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾

(الكهف : ١٠٣/١٨ـ١٠٤)

''اے نبی! کہہ دیجیے آپ کو اعمال میں خسارا پانے والوں کی خبر نہ دیں؟ (یہ) وہ لوگ (ہیں) جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ہی ختم ہوگئی، حالاں کے وہ اپنے تئیں اچھا کر رہے تھے۔''

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے شیطان لوگوں میں دو طرح کی بدعات پھیلا رہا ہے، ایک دس محرم کے دن غم و نوحہ کی بدعت، یعنی جسم پیٹنا، چیخ و پکار، رونا، پیاسے رہنا، مرثیہ پڑھنا اور اسی طرح کے دیگر اعمال مثلاً سلف صالحین کو گالم گلوچ، ان پر لعن طعن، انہیں شریک جرم باور کرانا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر جھوٹے افسانے بیان کرنا۔ یہ کام شروع کرنے والے کا مقصد فتنہ گری اور امت میں تفرقہ پروری تھا۔ مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ کام نہ واجب ہیں اور نہ مستحب، بلکہ بیتے مصائب پر جزع وفزع اور نوحہ گری اللہ ورسول کے حرام کردہ بڑے گناہوں میں سے ہیں۔''

(منهاج السّنة : 2/322-323)

سوال: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ'' کے ساتھ ''ومغفرتہٗ'' کا اضافہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: صحیح احادیث میں ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ'' کے الفاظ آئے ہیں، ''ومغفرتہٗ'' کا اضافہ ثابت نہیں۔

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَتَاهُمْ يَوْمًا فِي مَجْلِسٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ : سَلَامٌ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُهٗ، فَقَالَ : مَنْ هٰذَا؟ فَقُلْتُ : عَطَاءٌ، فَقَالَ : انْتَهِ إِلٰى وَبَرَكَاتُهٗ، قَالَ : ثُمَّ تَلَا : ﴿رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهٗ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ﴾ .

''ایک دن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کے ہاں ایک مجلس میں تشریف لائے، اہل مجلس پر سلام کہا، تو عطاء رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں جواب دیا: ''سلام علیک ورحمۃ الہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ (اس وقت نابینا ہو چکے تھے، اس لیے انہوں) نے پوچھا: یہ جواب دینے والا کون ہے؟ میں (عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ) نے عرض کیا: عطاء۔ تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''وبرکاتہ'' پر رک جایئے۔ (یعنی ومغفرتہ کا اضافہ مت کیجئے۔) پھر آپ رضی اللہ عنہ نے (بطور دلیل) یہ آیت تلاوت کی: ﴿رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهٗ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ﴾(هود : ٧٣)۔''

(تفسير ابن أبي حاتم :11031، شُعب الإيمان للبيقهي : 8487، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے ''ومغفرتہ'' کا اضافہ کیا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً نکیر فرمائی اور دلیل کے طور پر قرآنی آیت پیش کہ اللہ تعالیٰ نے ''وبرکاتہ'' تک کے الفاظ ذکر کیے ہیں، اس سے آگے بڑھنا اور اپنی طرف سے الفاظ کا اضافہ کرنا درست نہیں۔

جن روایات میں ''ومغفرتہ'' کا اضافہ منقول ہے، وہ ساری کی ساری ضعیف ہیں۔

❀ **سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:**

كُنَّا إِذَا سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا قُلْنَا : وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُهٗ .

''جب نبی کریم ﷺ ہمیں سلام کرتے ،تو ہم بایں الفاظ جواب دیتے تھے : وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔''

(التّاريخ الكبير للبخاري :330/1، الكامل لابن عدي : 440/8)

سند باطل ہے۔

① محمد بن حمید رازی ''متروک وکذاب'' ہے۔

② ابراہیم بن المختار ضعیف ہے۔

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(شعب الإيمان، تحت الحديث :8491)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(فتح الباري :6/11)